Research Journal
Tahqeeqat
جلد:5،شمارہ:1، 2026ء
eISSN: 2791-0342
pISSN: 2791-0334
ریسرچ جرنل
تحقیقات

سائرہ اقبال کے ناول ”مستم“ کا فکری وفنی جائزہ

Intellectual and Artistic Analysis of Saira Iqbal's Novel "Mustam"

Urooj Tahira
PhD Scholar Department of Urdu, Division of Islamic and Oriental Learning, University of Education, Lahore

عروج طاہرہ
پی ایچ۔ڈی اسکالر شعبہ اردو ڈویژن آف اسلامک اینڈ اورئینٹل لرننگ،
یونیورسٹی آف ایجوکیشن، لاہور

Abstract

"Mustam," presents a deep examination of the spiritual journey and the mysterious essence of Divine Love (Ishq-e-Haqiqi). The plot traverses the subtle boundary between earthly life and the metaphysical domain, following the transformative experiences of its characters through the perspective of Sufi mysticism. The narrative explores the psychological realms of desire and disenchantment, demonstrating how inner turmoil can serve as a trigger for spiritual enlightenment. A key focus of the work is the concept of self-actualization, wherein characters are compelled to face their inner darkness to reach a heightened level of awareness "Mustam" transcends being simply a story of love or religious fervor; it is a literary reflection on the human experience, striving to articulate the nature of truth in a frequently tumultuous world.

Keywords: *Saira Iqbal, Critical Review, Feminist Issues, Urdu Novel, Religious Ethics*

کلیدی الفاظ: سائرہ اقبال، تنقیدی جائزہ، نسوانی مسائل، اردو ناول، مذہبی اخلاقیات

سائرہ اقبال کا شمار اردو ادب کے ناول نگاروں میں ہوتا ہے۔ انھوں نے ناول کے ساتھ ساتھ افسانے بھی لکھے ہیں۔ ”مستم“ اور ’تم دور نظر آئے‘ جیسے ناولوں کے ذریعے اپنی ادبی شناخت بنا رہی ہیں۔ ڈاکٹر سائرہ اقبال کے ناول ”مستم“ موضوع کے اعتبار سے منفرد نوعیت کا ناول ہے۔ یہ ناول ان لڑکیوں کی روداد ہے جنھیں عمر زیادہ ہونے کی وجہ سے شادی میں مشکلات کا سامنا ہے۔ ’مستم‘ کا موضوع سادہ مگر نہائت اہم ہے۔ جدیدیت کے باوجود ہمارا معاشرہ دقیانوسی خیالات کی روش اپنائے ہوئے ہے۔ نازلی جیسے کردار کی مدد سے شہر اور دیہات میں پرورش پانے والی لڑکیوں کی زندگی کا موازنہ بھی کیا ہے۔ مہرین اس کہانی کی مرکزی کردار ہے جو شادی کی آئیڈیل عمر سے گزر چکی ہے۔ بزرگ خواتین کا خیال ہے کہ مہرین کے لیے ہم عمر یا اس سے کم عمر کا آدمی اس کے لیے مناسب نہیں۔ دراصل اس معاشرہ کی بھیڑ چال نے ہی مہرین جیسی لڑکیوں کی زندگی مشکل بنا رکھی ہے۔ یہ اصول کس نے بنایا یہ کوئی نہیں جانتا لیکن اس کی پیروی ہمارا معاشرہ خوب کرتا ہے۔ خالہ مہرین کے لیے ایک طلاق یافتہ مرد کا انتخاب کرتی ہے۔ اس کی ایک بڑی وجہ ہمارے معاشرے میں کم عمر بچیوں کی شادی ہے جسے ہم نے اتنا عام کر دیا ہے کہ ایک عقل اور سوجھ بوجھ رکھنے والی لڑکی میں رنگ و نسل، ذات پات اور خاندان جیسی خامیاں نظر آنے لگتی ہیں۔ ایک سولہ، سترہ سال کی لڑکی پر خاندان کی ذمہ داری لاد دینا مشرقی خاندانوں خصوصاً چھوٹے قصبوں میں یہ بہت عام ہے۔ لڑکیوں کی تعلیم

OPEN ACCESS
HEC
DRJI
ISSN INTERNATIONAL STANDARD SERIAL NUMBER INTERNATIONAL CENTRE
اشاریہ اردو جرائد
EuroPub

وتربیت پر زیادہ توجہ نہیں دی جاتی اور بچپن سے ہی لڑکی کو اس کے فرائض ادا کرنے اور گھریلو معاملات میں الجھا دیا جاتا ہے۔ ناول میں یہی صورت حال پیش کی گئی ہے جہاں لڑکیوں کی ذہنی تربیت سے زیادہ اسے وقت پر اپنے سسرال رخصت کر دینا زیادہ ضروری سمجھا جاتا ہے۔ مشراز اور اس کی ماں کے مکالمہ سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ دیہات کی خواتین کی شعوری سطح کس قدر پستی کا شکار ہے:

> ''توماں۔۔۔ماموں کی بیٹی بھی کوئی بارہ برس کی ہو گی۔۔۔بس۔۔۔ شیر و نے کہا۔
>
> ہاں۔۔۔ تو شادی کرتے کرتے سولہ برس کی ہو جائے گی۔۔۔ اس میں کون سی بات ہے۔ماں نے منہ بناتے ہوئے کہا۔''(۱)

مشراز کی عمر مہرین سے چھوٹی تھی لیکن اس کے باوجود مہرین سے شادی کی خواہش کا اظہار کرتا ہے تو مشراز کی ماں غصے سے بھڑک اٹھتی ہے:

> ''تیرا دماغ ٹھیک ہے؟؟ ماں نے پوچھا۔
>
> اس میں حرج ہی کیا ہے؟ مشراز نے پوچھا۔
>
> حرج۔۔۔؟ ماں نے غصے سے کہا۔
>
> وہ عمر میں بڑی ہے تجھ سے۔۔۔ماں نے کہا۔''(۲)

مہرین کے لیے اس کی خالہ ہی اس کے ماں باپ ہیں۔ مہرین اپنی خالہ کے ہر فیصلے پر ہاں کر دیتی جیسے ہر لاچار لڑکی کو کرنا پڑتا ہے۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ وہ اور مشراز ایک دوسرے کو پسند کرتے ہیں مہرین خالہ کے احسانوں کے بوجھ تلے طلاق یافتہ آدمی سے شادی کے لیے ہاں کر دیتی ہے۔ اور مہرین کی عمر کو دیکھتے ہوئے خالہ کو بھی اس رشتے میں کوئی برائی نظر نہیں آتی:

> ''بس بیٹا۔۔۔جی میلا نہ کر۔۔۔بہت اچھے لوگ ہیں۔ بڑا اچھا۔۔۔ شہری لڑکا۔۔۔ مجھے تیرے لیے بہت پسند آیا۔۔۔ پہلی بیٹی کی فکر نہ کر۔۔۔ تیرا اپنا گھر ہو گا۔۔۔ اس بات پہ جی نہ میلا کرنا۔۔۔ مگر مجھے تیرے لیے مناسب لگا۔ خالہ نے کہا۔''(۳)

البتہ مرد کے لیے یہ معاملہ اس کے بالکل برعکس ہے جس کا اندازہ نوید یعنی مہرین کے شوہر کے کردار سے باخوبی لگایا جاسکتا ہے:

> ''پہلے والی کو بھی نکال باہر پھینکا تھا۔۔۔ بہت سوال کرتی تھی۔۔۔ کہاں سے آئے ہو، کہاں گئے تھے۔۔۔ نوید نے کہا۔''(۴)

چھوٹے قصبوں میں پدر سری نظام کا رواج عام ہے۔ مردوں کی نظر میں عورتوں کا مقام و مرتبہ صرف اتنا ہی ہے کہ وہ ان اولاد کی پرورش کرے اور گھریلو کام کاج میں مدد دے۔ مہرین کے شوہر کو اس بات سے کوئی گرز نہیں کہ مہرین بھی عزت کی حق دار ہے۔ مہرین کے تعلیم یافتہ ہونے کے باوجود نوید مہرین کو ایک قیدی کی طرح رکھتا ہے۔ اور بات بات پر اپنے مرد ہونے کا دعویٰ دائر کرتا ہے اور یہ احساس دلایا جاتا ہے کہ تم مرد کی پسلی سے بنی ہو اس لیے میرا رتبہ تم سے کہیں زیادہ ہے:

> ”میں تمہاری اجازت کا نہیں بلکہ تم میری اجازت کی محتاج ہو۔۔۔ یہ کہتے ہی اس نے پہلا تھپڑ مہرو کے گال پہ دے مارا۔۔۔“(۶)

> ”میری تو قسمت خراب تھی تم جیسی بدصورت ادھیڑ عمر عورت میرے پلے باندھ دی گئی۔ دولت کی کمی نہیں میرے پاس۔۔۔ ہوں جوان ہی۔۔۔“(۶)

مہرین معاشرے کی ان عورتوں کی نمائندہ ہے جو اپنے ماں باپ پر بوجھ بننے سے بچنے کے لیے ہر ظلم سے جانتے بوجھتے انجان بنی رہتی ہیں اور معاشرے کی لعن طعن سے بچنے کے لیے خاموشی اختیار کرنے پر مجبور ہوتی ہیں۔ سائرہ اقبال ان احساسات کو یوں بیان کرتی ہیں:

> ”آپ جتنے بھی مضبوط کیوں نہ ہوں۔۔۔ پتھر پہ بھی پانی کا قطرہ گرتا رہے تو اس میں بھی سوراخ ہو جاتا ہے۔ انسان تو پھر انسان ہے۔۔۔ جہاں حالات کا موم کر دیتے ہیں وہاں مجبوریاں چھید کر جاتی ہیں۔ آپ کی ذات کو متاثر کر دیتی ہیں۔ بری طرح۔۔۔ خاص طور پر تب جب بات کرنے والا کوئی نہ ہو۔۔۔ اور پھر طلاق کا دھبہ۔۔۔ دھبہ ہی سمجھا جاتا ہے۔“(۷)

نوید کی بے حسی نے مہرین کی بچی کی جان لے لی۔ ٹھنڈ کے موسم میں کمرے سے باہر نکال کر اسے مرنے کے لیے چھوڑ دیا۔ یہ منظر کسی المیہ سے کم نہیں تھا۔ آخر مہرین کا صبر بھی ٹوٹ جاتا ہے:

> ”خالہ وہ میرے جینے کی امید تھی۔ وہ آئی تو ایسا لگا کہ جیسے میرے میں جان آگئی ہو۔۔۔ اس کے سوا میرا تھا کون مہرو کہنے لگی۔“(۸)

ممتا کے جذبے کو جب چوٹ پہنچتی ہے تو وہ ہر مصیبت سے لڑنے کے لیے تیار ہو جاتی ہے۔ اس واقع نے مہرین کے اندر ہمت پیدا کی اور نوید جیسے بددل آدمی سے بدظن ہو چکی تھی اب اس کے لیے جوئی رشتہ معنی نہیں رکھتا تھا۔ خالہ سلمیٰ کا کردار احساس ہمدردی سے بھرپور کردار ہے جو مہرین کو ہر اس شخص سے تحفظ فراہم کرتی ہے جو اسے نقصان پہنچاتا ہے خالہ سلمیٰ نے مہرین کو

اس جہنم نما گھر سے آزادی دلانے کا عہد کر لیا تھا۔ مہرین جس صدمے سے گزر رہی تھی خالہ کو اندازہ تھا یہ آدمی حیوانیت اور انسانیت میں فرق نہیں کر سکتا:

”زیادہ چالاک نہ بن۔ شور مچا کر محلہ اکھٹا کر لوں گی۔ بیٹی کے قتل کے مقدمہ درج کروا دوں گی۔ سمجھتا کیا ہے خود کو؟ خالہ نے دھمکی دی۔ (۹)“

بدقسمتی سے ہماری سوسائٹی میں گورے رنگ کو بہت پسند کیا جاتا ہے۔ منطقی سوچ رکھنے والے جانتے ہیں کہ دنیا میں کئی رنگ موجود ہیں اسی طرح کئی رنگت کے لوگ پائے جاتے ہیں اس کے باوجود گورے رنگ والے لوگوں کو زیادہ ترجیح دی جاتی ہے۔ مہرین اس بات سے بھی واقف تھی کہ رنگت میں سانولی ہونے کیوجہ سے اس کا شوہر اسے وہ عزت نہیں دیتا جس کی وہ حق دار ہے اور اس کے حصے کا پیار اس کی چھوٹی بہن رانو کی ملتا رہتا ہے۔ مہرین رانو کو اپنے شوہر کی بری نظر سے بچانا چاہتی تھی لیکن رانو اپنی بہن کو برا بھلا سنانے لگتی ہے۔ رانو میثر از کو پسند کرنے لگی تھی اور اس محبت نے رانو کے اندر اپنی بہن کے لیے نفرت پیدا کر دی تھی۔ رانو کے جذبات بدل چکے تھے۔ مہرین کے مخالف ہو چکی تھی۔ سائرہ اقبال نے اس ناول کے زریعے ایسے لوگون کو آئنہ دیکھایا ہے جو سمجھتے ہین کہ زندگی سب کے لیے ایک جیسی ہے۔ اس کے علاوہ جذبات نگاری نے ناول میں تاثیر پیدا کر دی ہے۔ رانو اور مہرین کا مکالمہ اس انداز سے پیش کیا گیا ہے جو رانو کی بے حسی کو اجاگر کرتا ہے۔ جزبات نگاری میں سائرہ اقبال نے اپنی مہارت کا ثبوت دیا ہے:

”شکر ہے سمجھ گئیں آپ رانو نے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے کہا۔

اب ایک لفظ نہ بولنا رانو۔ تجھے کوئی حق نہیں۔ خالہ نے کہا۔

سارے حق تو انہی کے ہیں ناں۔ اپنے شوہر کو خوش رکھ نہیں سکتیں دوسروں پہ ڈورے ڈالتی ہیں۔ رانو نے کہا۔ (۱۰)“

یہ ناول عام گھریلو کہانی پر مشتمل ہے جس میں رشتوں میں پیدا ہوتی دراڑ کے ساتھ نفرت اور خود غرضی جیسے منفی جذبات کو عکس بند کیا ہے۔ اس ناول کا موضوع بڑی عمر کی عورت کی شادی کے مسائل ہی نہیں بلکہ شادی شدہ عورتوں کے ساتھ کیے جانے والے سلوک کو عیاں کیا ہے۔ اس ناول کو پڑھنے والا ہر شخص اس بات کی تائد کرے گا کہ عورتوں کو آج بھی اوہ مقام اور عزت و مرتبہ نہیں دیا جاتا جو وہ چاہتی ہیں یا جس کی وہ حق دار ہیں۔ ماں باپ کے بعد عورت کا بڑا محافظ اکا شوہر ہوتا ہے اور جب وہ ہی آپ کے لیے تکلیفوں اور مصائب کا سامان ہو جائے تو اس عورت کے لیے دنیا میں باقی کچھ نہیں رہتا۔

”مستم“ گاؤں کی عورتوں کے لاشعور کی داستان ہے جس میں کم عمر لڑکی کی شادی، گورا رنگ، تعلیم و تربیت سے بیگانگی جیسے موضوعات کو ناول کا حصہ بنایا ہے۔ دوسری جانب اگر ہم اسی ناول میں شہری زندگی کا موازنہ کریں تو شہر کی لڑکیاں ااپنے فیصلوں میں آزاد ہوتی ہیں۔ نازلی اس ناول کا بولڈ کردار ہے جو شہر لاہور میں رہتی ہے نازلی بھی مشراز کو پسند کرتی تھی لیکن مشراز مہرین کو اس کے باوجود وہ مشراز کا تمام عمر انتظار کرتی ہے۔ مہرین کے موازنہ میں نازلی اپنے فیصلوں میں خود مختار پڑھی لکھی اور بے خوف تھی۔ اپنی زندگی مشراز کے نام کرنے کے باوجود اسے کسی قسم کے دباو کا سامنا نہیں کرنا پڑا خاص طور پڑ شادی کے لیے۔۔ نازلی اپنی محبت میں ناکام ہو کر بھی مکمل تھی۔ نازلی نے اپنی زندگی کو مشراز کی محبت کے نام کر دیا تھا یہ جانتے ہوئے بھی کہ مشراز اسے صرف ایک دوست کا درجہ دیتا ہے۔ کہانی دس بیس سال آگے بڑھ جاتی ہے اور نازلی مشراز کی قبر پر آتی ہے۔ یوں مہرین کی بجائے نازلی مرکزی کردار میں تبدیل ہو جاتی ہے:

> ”تمہاری داستان پڑھ کر تمہیں ضرور بتاوں گی کہ کیسی لگی اور اپنی بھی لکھوں گی کہ میں نے محبت کو کیسا پایا یوں کہو محبت نے میرے ساتھ کیسا سلوک کیا۔ میری محبت میں تو الف سے انتظار تھا۔ ب سے برسوں کا اورت سے تمہارا۔۔۔“(۱۱)

سائرہ اقبال نے ”مستم“ میں عورت کے داخلی کرب اور سماجی کرب کو اہمیت دی ہے۔ زندگی کی ٹھوس حقیقت اس کی باز گزشت ہے۔ مہرین سے ہمیں "اپنے دکھ مجھے دے دو کی ”اندو“ یاد آتی ہے جو اپنے شوہر سے صرف محبت اور ہمدردی کی طلبگار تھی اور چاہتی تھی کہ میرا شوہر بھی مجھ سے یہی کہے کہ 'اپنے دکھ مجھے دے دو'۔ کسی سونے، جوہرات کی مانگ نہیں کی تھی یہاں تک کہ گھر کی دیکھ بھال میں بھی شکایت کا موقع نہ دیا باوجود اس کے پھر بھی اس کا شوہر باہر عورتوں میں مگن رہتا ہے۔ مہرین کی زندگی بھی انہی الجھنوں کا شکار تھی نوید بھی مہرین کے منہ سے سوائے "جی" کے کچھ اور نہیں سننا چاہتا تھا۔ بیٹی کو کھونے کے بعد مہرین میں بھی خود اعتمادی آگئی تھی اور اپنے دکھوں کا خود ازالہ کرنے لگی تھی۔ کیوں کہ عورت صرف تحفظ یا پھر مرد کا ساتھ ہی نہیں چاہتی ہے بلکہ اس کے لیے جزباتی استحکام بھی ضروری ہوتا ہے۔ فاطمہ خاتون عورتوں کی ہتک اور سماج میں مل رہی ٹھوکروں کا حوالہ دیتے ہوئے لکھتی ہیں:

> ”عورت کو خدا نے اس دنیا میں صنف نازک بنا کر بھیجا ہے۔ خدا کی اس عظیم تخلیق میں ضبط و تحلیل کا مادہ زیادہ ہوتا ہے۔ یکن اپنی ان تمام تر خوبیوں کے باوجود وہ سماج کی بے اعتنائی کو برداشت کرنے پر مجبور رہتی ہے۔ عورت ہی وہ ہستی ہے جس کی گود سے پیغمبر، عالموں، دانشوروں، سائنس دانوں وغیرہ نے جنم لیا۔ لیکن حقیقت تو یہ ہے کہ

ہر لحاظ سے عورت کو مرد کی تابعداری کرنی پڑتی ہے اور وہ ہمیشہ اس کے پیروں کی جوتی ہی رہتی ہے۔"(۱۲)

ناول میں مہرین کی بے بسی بھی کچھ اسی طرح کی ہے جب وہ تھپڑ خانے کے بعد نوید سے یہ کہتی ہے "صحیح کہا۔۔۔عورت کر ہی کیا سکتی؟" یہ صرف مہرین نہیں بلکہ ہر اس لڑکی کا اس معاشرے سے سوال ہے جو مرد کو عورت پر فوقیت دیتا ہے، جس سے عورت خود کو کمتر اور انسانی سطح سے گرا ہوا سمجھتی ہے کہ مرد کے بنا عورت کچھ نہیں اور مرد کا عورت پر پورا حق ہے چاہے وہ اسے عزت دے یا غلاموں کی طرح اپنی پسند ناپسند سے باندھ کے رکھے۔ اس ناول نے معاشرے کی وہ تلخ حقیقتیں بیان کی ہیں جن پر بحث کرنا ضروری ہے۔ ناول میں مذہبی پہلو بھی شامل کیا گیا ہے۔ لیکن مہرین کی کہانی اس مذہبی عنصر پر غالب آجاتی ہے۔ عشق حقیقی کا قصہ ایک دیوانے کا ہے جو مجازی اور حقیقی عشق کے بیچ دیوانہ وار گھومتا ہے:

"رب سائیں عشق نازل کرتا ہے۔۔۔ وحی کی طرح۔۔۔ عشق پہلا اور آخری تو نہیں ہوتا۔۔۔ ازل سے ابد تک ایک ہی ہوتا ہے صف ایک۔۔۔ عشق پیچہ بوٹی۔۔۔ ایک بوٹی ہے۔۔۔ چمٹ جاتی ہے۔۔۔ جان چھوڑتی ہے جب جان جاتی ہے۔۔۔"(۱۳)

اس کے علاوہ منظر نگاری، کردار نگاری، مکالمہ نگاری گرز ناول کا ہر عنصر اپنی خوبیوں اور خامیوں کے ساتھ موجود ہے۔ سائرہ اقبال نے ان عورتوں کی بے بسی اور مجبوریوں کی کہانی کو لکھ کر کتھارسس کا کام کیا ہے۔ یہ ایک ایسا ناول ہے جو سادہ ہونے کے باوجود کئی موضوعات کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

حوالہ جات

1- سائرہ اقبال، مستم، لاہور: فکشن ہاؤس، ۲۰۲۳ء، ص:۲۸
2- ایضاً، ص:۱۳۷
3- ایضاً، ص:۱۴۳
4- ایضاً، ص۱۸۷
5- ایضاً، ص۱۸۸
6- ایضاً
7- ایضاً، ص:۱۹۸
8- ایضاً، ص:۲۲۶

9- ایضاً،ص:۲۲۷
10- ایضاً،ص:۲۰۸
11- ایضاً،ص:۲۳۸
12- https: //scotopia.in/journal/journalbkend/paper_list/v-3(8).pdf
13- سائرہ اقبال، مستم، ص:۱۵۹

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

Roman Havalajat

1. Saira Iqbal, Mastum, Fiction House, 2023, Lahore, P:28
2. Ibid, P:137
3. Ibid, P:143
4. Ibid, P:187
5. Ibid, P:188
6. Ibid
7. Ibid, P:198
8. Ibid, P:226
9. Ibid, P:227
10. Ibid, P:208
11. Ibid, P:238
12. https: //scotopia.in/journal/journalbkend/paper_list/v-3(8).pdf
13. Saira Iqbal, Mastum, P:159